ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

سرائیکی زبان کی علاقائی حیثیت و معاشی اہمیت کا تاریخی وتنقیدی جائزہ

***Dr. Ayaz Ahmad Rind, ** Dr. Waseem Abbas, *** Dr. Hafiz Muhammad Fiaz**

*Visiting Lecturer GU, DGK, Ayazahmadayaz00@gmail.com
**Lecturer Urdu GU, DGK, fiazmuhammad1@gmail.com
***Lecturer Saraiki BZU, Multan, waseemabbasgul786@gmail.com

Abstract

This research paper is an analytical study of the ancient language spoken mainly in South Punjab which is now recognized as Saraiki. While Saraiki has been spoken in Central Punjab under several names in the past and has been closely associated with other regional languages i.e. Sindhi and Punjabi.The common assumption is that this language has been spoken since the earliest days of Sindhi civilization.In this Saraiki-speaking region, people of different ethnic groups have migrated and settled here. After settling in this region, Saraiki language was made as a lingua franca. One of the reasons Saraiki was promoted as a language of communication was its economic and commercial language in the region. The main reason was to interact with the local people. Where the locals were unfamiliar with the language of the migrants, the immigrants had to resort to agribusiness, interaction and communication. Apart from the evolution of Saraiki, it developed a connection with other languages due to Judges. This research paper explains the orthodoxy of Saraiki language and its relation to other regional languages especially Sindhi and Punjabi as well as an economic based language.

Keywords: Saraiki, Language, Ancient, Indus, Valley, Punjab, economy, trade, etc.

تعارف

بنیادی طور پر یہ تحقیقی مقالہ سرائیکی زبان کی علاقائی اہمیت کا تجزیاتی جائزہ ہے جو کہ اس زبان کی اہمیت و افادیت کو ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح یہ زبان علاقائی تناظر میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔ اگر اس موضوع کے حوالے سے دانشوروں کی آراء کو دیکھیں تو مختلف لوگوں کی مختلف سوچ ہے۔ جیسا کہ عبدالمیمن سندھی کا خیال ہے کہ جس طرح بہت سارے حروف تہجی سندھی اور سرائیکی میں مشترک ہیں بالخصوص مخصوص حروف اسی طرح پنجاب کے علاقوں ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازیخان کی زبان سرائیکی، لہندی اور ہندکو کی بھی سندھی سے گہری مماثلت ہے۔[1] جنوبی پنجاب میں بولی جانے والی قدیم زبان جو اس وقت سرائیکی کہلاتی ہے جہاں وہ دوسری علاقائی زبانوں سندھی، بلوچی، پشتو اور پنجابی سے ایک تعلق کی حامل ہے وہیں یہ زبان ہجرت کر کے اس خطے میں آباد ہونے والے لوگوں کو بھی اپنے سحر میں گرفتار کر چکی ہے۔ سرائیکی زبان کے اس وصف کی وجوہات میں جہاں اس کی قدامت ہے وہیں رابطہ کاری بالخصوص اس کا معاشی و تجارتی زبان کی حیثیت سے بھی کردار موجود ہے اور جب باہر سے آنے والے لوگوں نے مقامی لوگوں سے لین دین کیا تو تجارتی و معاشی ضرورت نے مہاجرین کو یہ زبان اپنانے کی طرف راغب کیا۔ بنیادی طور پر اس تحقیقی مضمون میں سرائیکی زبان کی قدامت، سندھی سے تعلق اور بطور تجارتی و معاشی زبان ہونے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

موضوع پر بحث

گیر ئرسن کے مطابق سرائیکی لہندا گروپ کی ایک ہند آریائی زبان ہے، جو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے جنوب مغربی نصف حصے میں بولی جاتی ہے۔ جس کو زمانہ قدیم میں مرکزی بولی کے بعد ملتانی کہا جاتا تھا۔ اگر اس کا حدود اربعہ دیکھا جائے تو کوہ سیمان کے مشرق سے لیکر جہلم تک یعنی تین بڑے ڈویژن کا علاقہ اس زبان کا مرکز بن چکا ہے۔ قدیم سندھی تہذیب کے دور سے لے کر عصر حاضر تک یہ زبان موجود ہے۔ سندھ کے سومرے، کلہوڑے اور ٹالپور بھی مادری زبان سرائیکی رکھتے تھے۔ جس کے سبب اس کی پزیرائی ہوئی۔ جنوبی پنجاب میں سب سے زیادہ بولی جانے والی بھی یہی زبان ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ کئی ناموں سے بولی اور پہچانی جاتی رہی ہے۔ اگر اس کے آغاز کو دیکھا جائے تو یہ قدیم سندھی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ ہی پھلتی پھولتی رہی ہے۔ وادی سندھ میں اس کی قدامت کے مختلف اندازے لگائے جاتے رہے ہیں مگر کوئی واضح دور نہیں بتایا گیا۔ ماہرین لسانیات کے خیال کے مطابق یہ زبان دوسری زبانوں کے ساتھ مل کر اس خطے میں ایک نئی ثقافت کو جنم دینے کا سبب بنی ہے۔ ماہرین لسانیات میں جارج ابراہام گریرسن اس کے بارے میں اپنا ایک خاص نظریہ رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک باقاعدہ زبان کے طور پر ہزاروں سالوں کا سفر طے کرنے کے بعد وجود میں آئی۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اس علاقے میں حکمرانی کرنے کے بعد یہاں کے حکمرانوں نے مقامی زبان کو کیوں اختیار کیا اس کے اختیار کرنے کی وہ کون سی وجوہات تھیں جس کے باعث اس خطے میں سرائیکی سب سے بڑی زبان کے طور پر اپنا وجود برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئی۔[2] سندھی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ یہ زبان نشو نما پاتی رہی اور یہی وجہ ہے کہ یہ قدیم دراوڑی زبان کے ساتھ مماثلت رکھتی ہے۔ یہ سندھی زبان سے بھی کافی حد تک نا صرف مماثلت رکھتی ہے بلکہ دونوں زبانوں کی ثقافت میں بھی کافی حد تک اشتراکیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی دنوں میں جب دریائے سندھ کے مغرب کے علاقے کو بلوچستان یا شمال مغربی سرحدی صوبے میں شامل کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو دوسری تجویز یہ بھی آئی کے اس علاقے کو صوبہ سندھ کے ساتھ شامل کیا جائے جس کی ثقافت زبان اور رسم و رواج سے اس علاقے کے لوگ بڑی حد تک مماثلت رکھتے ہیں اس زبان کے مخصوص حروف بھی ایک جیسے ہیں ان کا مسکن بھی ایک ہی علاقہ رہا ہے یہ دریائے سندھ کے کناروں پر پھلتی پھولتی رہی ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر سندھی زبان کا سرائیکی سے بڑا قریبی اور گہرا تعلق قرار دیا جاتا ہے اور سرائیکی کو سندھی کی بہن کہا جاتا ہے۔ سرائیکی بطور زبان ایک خاص سیاسی جغرافیائی حدود بھی رکھتی ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی ملتان اوچ وغیرہ کے علاقوں کے اندر اس زبان کا وجود موجود تھا جبکہ انگریزی دور سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.2 2022

پہلے بھی یہ زبان مختلف ناموں کے ساتھ بولی جارہی تھی ۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ملتان کو جغرافیہ کی بجائے لسانی اعتبار سے علیحدہ شمار کیا جاتا تھا۔ عین الحق فرید کوٹی بطور ماہرِ لسانیات واضح کرتے ہیں کہ سندھی اور سرائیکی کا آپس میں قریبی تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر زبان کے علماء سرائیکی کو سندھی زبان کا جزو بھی تسلیم کرتے ہیں۔[3] عبدالمیمن سندھی کا خیال ہے کہ جیسے بہت سارے حروف تہجی سندھی اور سرائیکی کے ساتھ مخصوص حروف تہجی بھی دونوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے علاقوں ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازیخان کے علاقے کی زبان سرائیکی، لہندی اور ہندکو کی بھی سندھی سے گہری مماثلت ہے۔ اسی طرح پنجاب میں بسنے والے قبیلے گورایہ اور سندھ کے قبیلے گوراہا ایک ہی نسل کے ہیں۔ سندھی اور سرائیکی کے بہت سارے الفاظ مشترکہ ہیں۔ اس کے خیال میں سندھ کے شمال میں کشمیر اور پشاور تک بولی جانے والی ہمسایہ زبانوں ہندکو، پوٹھوہاری،، لہندی، دیروی، ملتانی وسرائیکی کو ایک ہی صف میں دیکھا جائے تو ان کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ صدیوں پہلے سندھی سے تعلق، نقش و نگار آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

علاقائی تعلق کی بنیاد پر جغرافیائی خطے کو دیکھتے ہوئے سرائیکی کو سندھی یا پنجابی کا حصہ قرار دینا ایک عجیب سی بات لگتی ہے جس کی وجہ شاید سرائیکی خطے کا سندھی اور پنجابی زبان سے متصل علاقہ ہے اور اس کی بنیاد پر یہ کہا جارہا ہے کہ سرائیکی سندھی کا جزو ہے یا پنجابی کا لہجہ ہے مگر یہ بات قرین انصاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ حقیقت کے قریب ہے۔4ڈاکٹر عبدالمجید کا خیال یہ ہے کہ سرائیکی اور سندھی زبانیں اپنی بناوٹ کے اعتبار سے ملتی جلتی ہیں ان کے خیال کے مطابق ان زبانوں میں صرفیات صوتیات اور نحویات کے اعتبار سے کوئی زیادہ فرق نہیں ہے مگر اس کے باوجود مختلف زبانیں ہیں۔[5] ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا خیال ہے کہ اگر ان دونوں زبانوں کی مماثلت کو دیکھا جائے تو آسانی سے سرائیکی زبان سندھی زبان کی بہن نظر اَتی ہے۔[6] محمد علی صدیقی کا خیال یہ ہے کہ جب قوموں کے ارتقاء کا دور شروع ہوا تو ان میں سے ایک بھٹی قبیلہ تھا جو کہ سندھ سے ملتان تک پھیلا ہوا تھا اور اس مقامی قبیلے قرامطہ سے وابستہ کی زبان ملتانی تھی اس لیے ملتان سے لے کر شام تک اس زبان کو فروغ ملنا شروع ہوا کیونکہ اب یہ زبان سرکاری سرپرستی میں آگئی تھی نتیجتا آہستہ آہستہ سندھ سے لے کر ملتان تک پھیل گئی اور اس کی ابتداء سندھی زبان کے ساتھ ساتھ ہوئی اسی وجہ سے سندھی کے ملتانی زبان پر اثرات نمایاں نظر آنے لگے لیکن اس سب کے باوجود یہ زبان اپنی ملتانی شناخت قائم رکھنے میں کامیاب رہی۔[7] سرائیکی زبان سندھی کے علاوہ بلوچی زبان کے ساتھ بھی گہرا ربط رکھتی ہے بہت سارے بلوچی علاقوں کے اندر سرائیکی بلوچوں کی دوسری زبان قرار دی جاتی ہے۔ میدانی علاقوں میں آنے والے اکثر بلوچ قبائل اس وقت سرائیکی زبان کو اختیار کر چکے ہیں۔ اس زبان نے لوگوں کے اوپر بہت زیادہ اثرات مرتب کیے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے بلوچ قبائل اب سرائیکی بولتے ہیں اور اس کے علاوہ سرائیکی کے بے شمار الفاظ بلوچی زبان کے اندر ضم ہوگئے ہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح اردو اور پنجابی کے بھی بے شمار الفاظ سرائیکی کے اندر شامل ہو چکے ہیں۔[8] ایک فرد کی پہچان قوم و قومیت سے ہوتی ہے اور اس میں زبان کو بھی اہم مقام حاصل ہوتا ہے کوئی فرد بغیر قوم و قومیت کے اور کوئی قوم بغیر زبان کے پہچان نہیں رکھتی۔ جیسے قران پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس نے اپنی ہی قوم کی زبان میں بات کی۔[9] جبکہ قران پاک ذاتوں اور قبیلوں کو شناخت کا ذریعہ قرار دیتا ہے[10]۔

علامہ رحمت اللہ کا خیال ہے کہ وہ لوگ قومیت کی نفی کرتے ہیں جن کے مفادات اور حقوق محفوظ ہوں۔ ان کے خیال میں اسلام نے نسلی و جغرافیائی شناخت پر کوئی پابندی نہیں لگائی[11]، بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ عربوں کی آمد کے بعد جب سندھ کے علاقوں کی تقسیم ہونا شروع ہوئی اور سندھی حکمرانوں کی حکومت گرتی چلی گئی تو جو شمال سے لے کر ملتان تک کے علاقے سے سرائیکی زبان بولنے والوں کی اکثریت نے اس زبان کے علیحدہ تشخص کو قائم رکھا۔ جس کا جداگانہ تشخص آج بھی قائم و دائم ہے اور اس کے باوجود آج بھی کہا جاتا ہے کہ سرائیکی زبان پر سندھی زبان کے بہت گہرے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح شمالی سندھ سے لے کر ملتان بہاولپور ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے پر لوگوں کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ ان کی زبان ہمیشہ سرائیکی رہی ہے۔ گویا مصنف سندھی کے برعکس جہاں اپنی جداگانہ حیثیت کو قائم و دائم رکھا وہیں انہوں نے شمال میں پنجابی کے ساتھ بھی اپنی جداگانہ حیثیت کو قائم و دائم رکھا۔ اس کا امکان بھی غالب نظر آتا ہے کہ جہاں سندھی کے سرائیکی پر اثرات ہیں تو اسی طرح سرائیکی زبان کے بھی سندھی کے اوپر اثرات کی جھلک بھی اب تک باقی ہے۔[12]

جارج گریرسن نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ انفرادی طور پر الگ زبان ہے جس کا دونوں علاقائی زبانوں سے ایک تعلق تو ہے مگر یہ ان کی شاخ نہیں ہے۔ یہ اپنا مکمل وجود اور ذخیرہ الفاظ رکھتی ہے۔ دوسری زبانوں کے ساتھ جوڑنے کی بجائے سرائیکی کو قدیم وادی سندھ کی ایک مکمل جداگانہ زبان تسلیم کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔13

عین الحق فرید کوٹی کا خیال یہ ہے کہ ثقافت کی صفات میں زبان کو ایک اہم مقام ضرور حاصل ہوتا ہے مگر قوم کی تشکیل اور معاشرتی ترقی کیلئے فقط یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف زبان پر ہی انحصار کیا جائے اس پر دوسرے عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں جو اس معاشرے اور ثقافت کے ساتھ ساتھ قوم کی زندگی بدلنے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوتے ہیں ان میں ایک اہم چیز معیشت بھی ہے جو کہ کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔14

سرائیکی خطے کا مغربی حصہ جو کہ بلوچستان سے منسلک ہے ماضی میں یہاں کے مقامی باشندے کاشت کاری کرتے تھے۔ کاشت کاری کے سبب ان کو جاٹ کہا جاتا تھا بلوچ جب اس علاقے میں آئے تو انہوں نے ان جاٹ قبائل سے کاشت کاری سیکھی اور پھر اس علاقے پر غالب آ گئے۔[15] ثقافت ہمیشہ ارتقاء پذیر رہتی ہے اور یہ ہمیشہ انسانی زندگی کے تمام امور پر اثرانداز ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی اور معاشرت پر جہاں مذہب اثرانداز ہوتا ہے وہاں انسانی حیات کے اور بھی کئی پہلو ہیں جو اثرانداز ہوتے ہیں ان میں مقامی ثقافت بھی ایک حد تک موجود ہوتی ہے اور ساتھ ہی پیداواری عناصر ایک دوسرے کی ثقافت پذیری کے عمل کو مکمل کرتے ہیں۔ معاشی وسائل ہمیشہ قوموں کو اپنی طرف راغب کرتے ہیں اور ان معاشی وسائل میں تمام پیداواری عمل موجود ہوتے ہیں۔ ایک متوازن ثقافت کے اندر معاشی وسائل میں زرعی وسائل, صنعتی اور دیگر تمام وسائل موجود ہوتے ہیں۔ مختلف لسانی شناخت اپنے ان وسائل کی خاطر متعدد بار کسی ایک اجتماعی ثقافت میں ضم ہو جاتی ہیں۔ ایک موثر اور جاندار ثقافت کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ مختلف علاقائی ثقافت کو ایک خاص مدت کے بعد اپنے اندر جذب کر لیتی ہے اور یہی مثال سرائیکی ثقافت کی ہے۔[16]

اسی طرح اگر سرائیکی خطے میں معیشت کی بات کی جائے تو یہ علاقہ زمانہ قدیم سے زراعت کا مرکز رہا ہے۔ مضبوط معاشرتی مسائل کے پیش نظر ہمسایہ علاقوں سے مختلف نسلوں کے لوگوں نے جب اس خطے کا رخ کیا تو ان سے پیش نظر یہاں کے مقامی وسائل سے حصہ لینا مقصود تھا۔ جن میں خاص طور پر بلوچ پشتون اور قیام پاکستان کے بعد ہونے والی ہجرت کے وقت مہاجرین کثرت سے اس خطے میں آئے۔ ان کی کثیر تعداد آج سرائیکی زبان بولتی اور سمجھتی ہے۔ اگر مجموعی طور پر پورے سرائیکی خطے کو دیکھا جائے تو اسی سے پچاسی فیصد لوگوں کی زبان سرائیکی ہے جبکہ تقریباً 15 فیصد لوگ ایسے ہیں جو دیگر زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام بلوچ جو اس خطے میں آکر آباد ہوئے انہوں نے سرائیکی زبان کو اختیار کر لیا ۔ ہجرت کے وقت انہوں نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر کاشتکاری اور کھیتی باڑی سیکھی ان کی زبان کو اختیار کیا ۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سرائیکی وسیب کا علاقہ زیادہ تر بلوچ سرداروں کے زیر اثر ہے اور ان میں سے ایک صدی پہلے برطانوی سامراجی دور کے اندر جب تمنداری نظام کی بنیاد رکھی گئی تو یہی بلوچ سردار میدانی علاقے تک غالب آگئے اور انہوں نے بلوچی کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان کو بھی اپنی شناخت کا حصہ بنایا اور ساتھ ہی انہوں نے اس خطے کے پورے وسائل کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ معاشی طور پر اس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

علاقے کے وسائل تقریبا قبائلی سرداروں کے کنٹرول میں آگئے۔ آج وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ واضح ہوتا جارہاہے کہ وسائل کی موجودگی نے قوم کے اخلاق اور ثقافت پذیری میں اہم کردار ادا کیااور نتیجتارابطہ کی زبان کے طور پر بلوچ پشتون مہاجر آج سرائیکی زبان سے مکمل طور پر جُڑ چکے ہیں اور اپنی مادری زبان کے برعکس سرائیکی زبان بولتے ہیں۔ بلوچوں میں 90٪ بلوچ قبائل سرائیکی زبان بولتے ہیں جن میں تمام بڑے قبائل شامل ہیں اسی طرح پشتونوں میں سے بڑے بڑے قبائل جن میں درانی, سدوزئی, ککے زئی ,یوسفزئی اور کاکڑ قبائل وغیرہ یہ سب پشتوزبان کے بجائے سرائیکی زبان بولتے ہیں[17] اور کاروباری وسائل کے اوپر ان کو غلبہ حاصل ہوگیاہے اور کاروباری حوالے سے سرائیکی زبان ان کا سیکنڈری ذریعہ بن گئی ہے۔ نسل کے اعتبار سے وہ بلوچ پشتون اور مہاجر ہیں جبکہ ثقافت کے اعتبار سے وہ سب سرائیکی بول رہے ہیں تو گویامعیشت نے اور وسائل نے انہیں مجبور کیا کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کے تحفظ کے لیے اپنی قدیم زبانوں کو بھول کر ایک نئی زبان کو اختیار کرتے ہوئے اس کے دائرہ کار کے اندر خود کو ضم کر دیں۔ ظہور دھریجہ کا کہنا ہے کہ سرائیکی خطے میں آباد ہونے والے دیگر قومیتوں کے لوگ یہاں کے معاشی وسائل کو گرفت میں لینے کی غرض سے اس خطے میں آباد ہوئے۔[18] مختلف دیگر زبانیں بولنے والی نسلوں کے لوگوں سے جب یہ سوال پوچھا گیا کہ کہ پشتو کیوں نہیں بولتے یا بلوچی کیوں نہیں بولتے ہیں اسی طرح ہندوستان سے آئے ہوئے لوگ سرائیکی بولنے کی طرف کیوں مائل ہورہے ہیں اور وہ گھروں میں بھی اسی زبان میں بولنا کیوں چھوڑ رہے ہیں تو اس کا ایک ہی متعلقہ جواب سامنے آیاہے کہ اس معاشرے اور کلچر کے اندر جذب ہو جانے کے بعد ان کے مفادات سرائیکی زبان سے وابستہ ہو چکے ہیں اور اس کا کوئی متبادل دوسری زبانوں میں نہیں۔ خطے کی مقامی زبان اپنے اندر یہ کشش رکھتی ہے کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے اور جذبہ ہمدردی کے عمل کو یقینی بناتی ہے۔ گویا سرائیکی زبان اس خطے کی ثقافتی ہم آہنگی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے جو معاشرت مذہب اور اسی طرح معیشت کو ساتھ لے کر چل رہی ہے اس معاشرے کے تمام نسلوں اور زبانیں بولنے والوں کو ایک ہی لڑی میں پروکر یک جان کر دیاہے۔[19]

حاصل بحث۔

مذکورہ بالا عنوان پر اگر بحث کو سمیٹتے ہوئے اس کا تجزیہ کریں تو کچھ پہلو بہت نمایاں ہیں جن میں ایک طرف تو وادی سندھ کی تاریخی تہذیب میں جہاں ایک طرف سرائیکی زبان کی ترویج ہے وہیں اس کا دیگر علاقائی زبانوں سے بھی گہرا تعلق ہے۔ اس میں سندھی، پنجابی، بلوچی اور ہندکو کے ساتھ قومی زبان اردو قابل ذکر ہے۔ ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ایک جداگانہ تشخص کی حامل زبان ہے جو پنجابی یاسندھی کا لہجہ نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے اپنی مضبوط شناخت رکھتی ہے۔ ثقافتی مماثلت اسے سندھی کے قریب ضرور کرتی ہے جس کے باعث یہ سندھی کی بہن کہلاتی ہے مگر اس کا ماخذ سندھی نہیں۔ اسی طرح نہ ہی یہ پنجابی کا لہجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ جس کا دعوی اکثر پنجابی دانشور اور ماہرین لسانیات کرتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی و سماجی محرکات کی بدولت بھی سرائیکی خطے میں ثقافت کے انجذاب میں سرائیکی غالب رہی اور سماجی حدود کے سبب ہمسایہ زبانیں سرائیکی سے متاثر ہوئیں۔ جس کا نتیجہ منتقل ہونے والے بلوچ پٹھان اور مہاجروں کا سرائیکی کو بطور زبان اختیار کرلینے پر نکلا۔ وہ اپنی پہلی مادری زبان کی شناخت کے برعکس سرائیکی بولنے لگ گئے۔ اس تاریخی ارتقاء میں شناخت کے تصور نے بحران کی بجائے اس نئی شناخت کو من وعن تسلیم کیا اور اس خطے میں آبادی کاری کے بعد اپنی شناخت کو مکمل طور پر زبان سے منسوب کرلیا جیسے بلوچی سے بلوچ سرائیکی کی طرف تبدیل ہوا، سید و قریشی عربی کے برعکس اس خطے میں سرائیکی بولنے لگے اور ایک نئی سماجی و ثقافتی شناخت کو جنم دیا۔ جس کے نتیجے میں نسلی ولسانی شناخت میں ایک تبدیلی آئی۔ اسی طرح سیاسی وسماجی ضروریات نے ان کو مقامی ثقافت میں جہاں ضم کر دیا۔ وہیں ان کی اس خطے میں معاشی ضروریات زندگی نے بھی ان کو اس زبان کے قریب کرنے میں اہم کردار اس لیئے بھی ادا کیا کیونکہ ان کو زیادہ ضرورت تھی کہ وہ مقامی لوگوں کو اپنے قریب کریں اور اس مقصد کیلئے انہوں نے سرائیکی زبان کو بطور ہتھیار استعمال کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اب یہ لوگ اسی خطے کے باسی بن چکے ہیں اور لسانی فرق بھی ختم کر دیا۔ نئے آباد کاروں کیلئے سرائکی زبان بطور معاشی زبان بھی تھی اور یہ پولیٹیکل اکانومی کے فلسفے کے بھی قریب تھی۔ قصہ مختصر سرائیکی زبان اس خطے میں جہاں علاقائی ہم آہنگی، یکجہتی، اتحاد اور سیاسی استحکام کا سبب تھی وہیں دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ بھی جڑی ہوئی تھی اور خطے میں معاشی وسائل کی فراوانی کے باعث پر کشش تھی ۔ یہی وہ وجوہات ہیں جن کے سبب لوگوں نے اپنی پرائمری زبانوں کو خیر باد کہہ کر اس کو اختیار کرتے ہوئے رابطے کی زبان بنادیا۔ اور اس وقت جنوبی پنجاب، مشرقی بلوچستان اور شمالی سندھ کی یہ سب سے بڑی زبان ہے۔ اور اس خطے کے اسی فیصد مکینوں کی زبان سرائیکی شمار ہوتی ہے۔

حوالہ جات

[1]Dr. Haider Sindhi, Professor, Sindhi Zuban-o-Adab Ki Tareekh, Muqtadrah Qaomi Zuban, Islamabad, 2006, P.79.
2Jorge Garrison, Linguistic Survey of India, Vol-I, Part-I, P.34
3 Ain-ul-Haq Fareed Koti, Urdu Zuban ki Qadeem Tareekh, P.13
4Provincial Gazetteer of Pakistan,Gazetteer of Punjab and Sindh, Edited, Karachi, 1965, P. 169.70
[5]Lasaniat-e-Pakistan, 301,
6Saifalnama, P.34
7Mujalah, Sachar, Karachi, Vol. January, 1980,
8. Leghari, Abdul Qadir, Tareekh-e-Dera Ghazi Khan, Vol.II, Al-Mohsin press, D.G Khan, P. 245.
[9] Al-Quran, Surah, Ibrahim: 14:04.
[10]- Al-Quran, Surah, Al-Hujrat :49: 13
[11].Allama Rahmat Ullah Tariq, Insaniat Pahchan ki Dahleez Per, Idara Adbiyat-e-Islamia, Multan
[12]Changwani, 46
13 Jorge Garrison, Linguistic Survey of India, Vol-I, Part-I, P.104
14Ain-ul-Haq Fareed Koti, Urdu Zuban ki Qadeem Tareekh, P.13
[15]Ghulam Rasool Korai, Baloch Punjab Men, Amartasar, 1954, 29-30
[16] Hameed Asghar Shaheen, Inqlab aorQaomitiAzadi, Jhok Publisherz, Multan, 2009, P.06
[17]Ahsan, Javed, Saraiki Saqafat, Salman Academy, D.G. Khan, 1995, P.137.
[18]Zahoor Dhareja, Saraiki Soba Pakistan Ki Zarort, Jhok Publishers, Multan, 2017, P.11.
[19] H. Shaheen, Chulh Di Khair Kul Di Khair, Jhok Multan, 2007,